ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

فتاوی نوریہ سے استفادہ کی عصری جہات :جدید مسائل کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ

Contemporary Dimensions of Benefiting from Fatāwā Nūriyyah: An Analytical Study in the Context of Modern Issues

Dr Muhammad Amin Bhatti
EST(AT)GHS Rehanwala, NNS(aminghsrehanwala@gmail.com)
Hafiz Muhammad Jamil
PHD scholar Lahore Garrision university (hafizmuhammadjamil98@gmail.com)
Dr Hafiz Ghulam Mustafa
Khateeb; A block Mosque, ph6, DHA, Lahore(Gm93299@gmail.com)

Abstract
The dissemination of Islam and resolution of modern challenges have always been pivotal concerns for scholars and jurists across eras. Among these luminaries, Abu al-Khayr Muḥammad Nūrullāh Naʿīmī (raḥimahullāh), renowned as "Faqīh al-Aʿẓam" (The Grand Jurist), stands out prominently. He provided exceptional guidance to the Muslim Ummah during a time when many scholars found themselves unable to address emerging issues. His expertise in Sharīʿah and remarkable abilities in deduction and ijtihād were evident in his monumental work, Fatāwā Nūriyyah. This collection reflects his deep understanding of Islamic jurisprudence, ability to extract rulings from Sharīʿah texts, and his unique approach to resolving unprecedented challenges with substantiated arguments. At a time marked by intellectual stagnation, he diverged from the rigid conformism of his contemporaries and offered pragmatic solutions to pressing problems, earning widespread admiration. The contemporary relevance of Fatāwā Nūriyyah lies in its methodological brilliance, providing a framework for addressing modern issues through Sharīʿah. This research article explores the significance of Fatāwā Nūriyyah in today's context and its applicability in resolving contemporary challenges. By examining its jurisprudential insights and methodological contributions, the study highlights how this masterpiece remains a beacon for addressing evolving issues while upholding Islamic principles.

Keywords: *Fatāwā Nūriyyah, Islamic jurisprudence, contemporary issues, ijtihād, Sharīʿah solutions*

تعارف موضوع

اسلام کی ترویج واشاعت اور جدید مسائل کو حل کرنے میں ہر دور کے علماء ومشائخ نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔انہی شخصیات میں سے ایک نمایاں نام ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی علیہ الرحمہ کا بھی ہے جنھیں معاصر علماء وفقہاء" فقیہ اعظم "کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ جنھوں نے امت کی رہنمائی کا فریضہ اس وقت سرانجام دیا جب نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنے سے اکثر اہل علم عاجز تھے۔آپ نے نصوص شرعیہ کی روشنی میں احکام شرع

کا استنباط کر کے امت مسلمہ پر ایک احسان فرمایا۔ اللہ تعالی نے آپ کو علوم میں مہارت تامہ عطا فرمانے کیساتھ قوت استنباط واجتہاد کا وہ ملکہ بھی دیا تھا جس سے بہت سے اہل علم محروم تھے۔آپ نے دور تقلید اور جمود کے شکار حضرات سے ہٹ کر نقطہ نظر اختیار کیا اور نئے پیش آمدہ مسائل کا مدلل حل پیش کیا ۔آپ کے حل کردہ مسائل کا مجموعہ "فتاوئ نوریہ" کے نام سے مشہور ہے جو آپ کی وسعت علمی، خدمات دینی، فقہی بصیرت، معاملہ فہمی اور ملکہ استنباط واستخراج کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔آپ نے جدید مسائل کا حل اپنی فقہی بصیرت وفراست سے دلائل و براہین کی روشنی میں اس طرح فرمایا کہ آپ کے ہم عصر اہل علم بھی داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکے۔اس تحقیقی آرٹیکل میں جدید مسائل کے تناظر میں فتاوی نوریہ کی عصری ضرورت واہمیت اوراس سے استفادہ کی عصری جہات کو موضوع بحث بنایا جایا گا۔

صاحب فتاوی نوریہ کے شخصی احوال:

ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی نسبا آرائیں اور مسلک حنفی تھے۔آپ کے آباء واجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت 16رجب المرجب 1332ہجری بمطابق 10جون 1914 ءکو موضع "سوجے کی"ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔[1]

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد صدیق چشتی اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین سے حاصل کرنے کے بعد سلف صالحین کی سنت کے مطابق طلب علم کے لیے سفر شروع کیا۔ آپ نے متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جاکر متعدد علمائے کرام سے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل کی۔آپ نے دوران تعلیم محنت ولگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی کہ اساتذہ بھی ان کی خداداد صلاحیتوں اور لیاقت کے معترف تھے۔
علوم کی تحصیل کے بعد آپ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور تشریف لے گئے جہاں شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد دیدار علی شاہ علیہ الرحمۃ اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری سے دورہ حدیث پڑھا جنہوں نے آپ کو "فقیہ اعظم "کا لقب عطا فرمایا۔حضرت فقیہ اعظم نے تعلیم سے فراغت کے فورا بعد آپ درس وتدریس سے منسلک ہوگئے اور آپ نے مختلف مقامات پر تدریسی خدمات سرانجام دیں۔آپ نے مسلسل 50سال قرآن وحدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا۔[2]

سیاسی بصیرت:

ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی بیک وقت محقق، مدرس، بلندپایہ مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے اگرچہ آپ زیادہ تر سیاسی سرگرمیوں سے کنارہ کش رہے لیکن وقت آنے پر آپ نے سیاسی میدان میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔

---

[1]۔نوری، محب اللہ (مرتب)، فتاوی نوریہ، مطبوعہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیرپور شریف، اکاڑہ۔ج1، مقدمہ

[2]۔ نعیمی، محمد نوراللہ، فتاوی نوریہ، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیرپور شریف، 2009ء، ج1، ص70

JAHAN E TAHQEEQ جہانِ تحقیق
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

☆ ء میں جب کانگرس اور مسلم کالیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثرورسوخ استعمال کیا اور مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی۔

☆ ء میں سانحہ ربوہ کے باعث جب دوبارہ تحریکِ ختمِ نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

☆ ء میں ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی، اس اجلاس میں آپ بھی شریک ہوتے تھے آپ اس جمعیت کے اساسی رکن تھے۔

☆ ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے پرزور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔[3]

وصال:

جمعہ کی دونوں اذانوں کے درمیان ایک بج کر چند منٹ پر یکم رجب المرجب 1973 بروز جمعۃ المبارک کو آپ دار فانی سے کوچ کر گئے۔ 14 اپریل کو غسل کے بعد دن 11 بجے دارالعلوم کے صحن میں جنازہ رکھا گیا۔ تین بجے تک مشتاقان دیدار کرتے رہے، آپکا چہرہ نورانی تھا۔[4]

روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا: مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا۔ آپ کے جنازہ میں کم و بیش ڈیڑھ لاکھ کے قریب عوام تھی۔[5] مولانا تابش قصوری لکھتے ہیں: کم و بیش 40 ہزار علماء و مشائخ عظام، اصفیاو حفاظ کرام شریک جنازہ تھے، ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعا مشکل نہیں۔[6]

فتاویٰ نوریہ کا منہج و اسلوب:

صاحب فتاوی نے اس فتاویٰ میں جو انداز اپنایا ہے وہ یقیناً آپ کی عملی قابلیت اور فقہی بصیرت و مقام و مرتبہ اور معاملہ شناسی، جدت افکار اور محقق کی بلند صفات کا حامل ہے۔ فتاوی نوریہ کی چھ جلدوں میں سینکڑوں فتاوی جات موجود ہیں۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل یہ فتاوی جدید مسائل پر مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ محتاط اندازے کے مطابق کسی بھی ایک استفتاء کی پشت پر بالعموم سینکڑوں لوگوں کی تحریک موجود ہوتی اور طباعتی مراحل سے گزرنے کے بعد لاکھوں افراد کی رہنمائی کا سبب بنتا ہے۔ فتاویٰ کی ترتیب و تنظیم میں درج ذیل اسلوب اختیار کیا گیا ہے:

☆ فتاویٰ میں جدید مسائل کے بارے میں کی جانے والی تحقیق، مضبوط دلائل شرعیہ، نصوص قطعیہ پر مبنی ہے۔ صاحب فتاویٰ ہمیشہ مسائل کے استنباط میں احتیاط کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔

☆ آپ تمام مذاہب فقہ کے دلائل و براہین کو نقل کرنے کے بعد اپنا موقف (حنفی) بیان کرتے ہیں۔

3۔ مکتوب محررہ 18 اکتوبر 1979ء، بنام مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری، فتاوی نوریہ ج 1، ص 74۔

4۔ ماہنامہ نور الحبیب، جلد 4، شمارہ جنوری، فروری، 1،2، فقیہ اعظم نمبر، انجمن بصیر پور شریف، اوکاڑہ، 1992ء، ص 226۔

5۔ روزنامہ مشرق لاہور، 18 اپریل 1983ء

6۔ ترجمان اویس، شمارہ رمضان المبارک 1403ھ ص 43۔

☆ مسائل میں معاصر مفتیان کرام واکابر کے تسامحات کا بڑے ہی مودب واحسن انداز میں محاکمہ ومحاسبہ کرتے ہیں۔

☆ مسائل کی تحقیق میں فقہی آراء کے لیے اصل مصادر اور معتمد علیہ کتب کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

☆ حقیقت پر مبنی دلائل اور تحقیق واجتہادی کاوش مکمل طور پر مقاصد ومصالح شرعیہ کو پورا کرتی اور عوام الناس کے لئے عمل کی صورت پیدا کرتی نظر آتی ہے۔

☆ متعدد مقامات پر اصول فقہ، شرعیہ، قوانین صرف ونحو اور عرف وعادت کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔

☆ احقاق حق اور ابطال باطل کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے نظر آتے ہیں۔

☆ تکفیر کے مسئلہ میں سخت حزم واحتیاط کا دامن پکڑے ہوئے ہیں۔

☆ مسائل کے استنباط میں ماخذ اول میں قرآن پھر حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

☆ نصوص شرعیہ کی بالادستی کو قائم رکھتے ہوئے فتاویٰ میں "تیسیر" کا پہلو اپنائے ہوئے ہیں۔ اس حد تک کہ دین کا نقصان نہ ہو۔

☆ کبھی کبھار قواعد فقہیہ، محاورات عرب اور عرف وعادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔

☆ تحقیق کرتے وقت قرآن مجید کی ہر آیت اور اس سے تخریج کردہ احکام کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اپنے ہر فیصلے وفتویٰ میں قرآنی آیات سے اس طرح تطبیق وربط پیدا کرتے ہیں کہ از خود فقہی مباحث سے پہلے ہی نتیجہ سامنے آجاتا ہے۔

☆ آیات سے استشہاد کرنے کی ترتیب میں آپ مفسرانہ انداز اختیار کیے ہوئے ہیں۔

☆ فتویٰ دیتے وقت احادیث کا کثیر ذخیرہ مد نظر رکھ کر نہایت اعلیٰ انداز میں وضاحتیں اور جزئیات اخذ کرتے ہوئے استنباط کرتے ہیں۔

☆ شریعت کے قطعی احکام میں دخل اندازی، لچک یا نرمی کو گوارا نہیں کرتے، تحقیق وجستجو کے بعد جس نتیجے پر پہنچتے اس پر جمے رہنا آپ کی فطرت ثانیہ تھی، خواہ اس کے متعلق کتنی بڑی قوت وطاقت موجود ہوتی۔

☆ فتاویٰ میں طب، منطق، ہیت، ہندسہ اور فلسفہ جیسے علوم اور اصطلاحات کو بیان کر کے وضاحتیں پیش کی گئی ہیں۔

جدید مسائل کے تناظر میں فتاوی نوریہ سے استفادہ کی عصری جہات

اگر ہم بیسویں صدی کا جائزہ لیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس صدی میں کئی ایسے مسائل نے بھی جنم لیا جن کا واضح اور براہ راست حل اسلاف کی کتب میں نہیں ملتا تھا۔ مثلاً ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز کا حکم، گھڑی کا چین کا حکم، لاؤڈ اسپیکر کا حالت نماز میں استعمال، انتقال خون، رؤیت ہلال کا ریڈیو وغیرہ پر اعلان کی شرعی حیثیت، الکوحل ملی ادویات کا استعمال وغیرہ ایسے بیسیوں نو پید مسائل تھے جو اپنے زمانے کے لحاظ سے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ صاحب فتاوی نوریہ نے تمام جدید مسائل کو اپنے تفکر وتدبر اور علمی وفقہی بصیرت سے ایسے احسن انداز میں حل فرمایا کہ آپ کے معاصر فقہاء اور مفتیان

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کرام تو کیا آپ کے اساتذہ بھی آپ کو "فقیہ اعظم" کہنے پر مجبور ہو گئے۔ اگر چہ آپ کے زمانہ میں مسائل و مشکلات کی بھرمار تھی اور جید علمائے کرام کی بھی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی لیکن نو پیش آمدہ مسائل میں کسی نے بھی اس قدر جانفشانی سے مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش نہیں کی جس قدر آپ نے کی۔ واقعتاً آپ نے استدلال واستنباط کے ذریعے نو پیدا و نو پیش آمدہ مختلف فیہ مسائل کے اس قدر تسلی بخش جوابات دیئے، جن کا جواب ورد تا حال پیش نہیں کیا جاسکا۔ ذیل میں ہم چند مختلف مسائل بطور دلیل و نمونہ پیش کرتے ہیں۔

ٹرین کشتی اور ہوائی جہاز میں نماز کا حکم:

جدید ایجادات میں سے ایک ایجاد ریل گاڑی اور ہوائی جہاز بھی ہے۔ تو اس جیسی جدید سواریاں انسان کے زیر استعمال ہیں لیکن امت مسلمہ اس بات پر پریشان ہے کہ آیا دوران سفر ریل گاڑی یا ہوائی جہاز پر نماز کا وقت ہو جائے اور قریب کوئی اسٹیشن بھی نہ ہو یا جہاز کو اتار نا ممکن نہ ہو اور گاڑی یا جہاز سے نہ اتر سکنے کی صورت میں نماز کس طرح ادا کی جائے گی؟۔ چنانچہ اس مسئلہ کے تحت ہم مختلف فقہائے کرام کی آراء و فتاوی پر نظر ڈالتے ہیں کہ ان کی اس مسئلہ کے بارے میں رائے کس قدر دلائل پر مبنی اور راجح ہے۔

فتاوی عالمگیری: "کشتی میں نماز پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ اگر قادر ہو تو فرض نماز کے واسطے باہر نکلے اور اگر چلتی کشتی ہو اور قیام پر قادر ہو اور پھر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے"۔ [7]

امداد الفتاوی : "بیٹھنا بلا عذر درست نہیں ایک پر کھڑا ہو اور دوسری پر سجدہ کرے۔" ایک جگہ پر لکھا ہے:

"نماز پڑھنے کے لیے ریل سے اترنے کی کوئی حاجت نہیں، اگر ریل مثل سریر موضوع الارض کے ہے تو ظاہر ہے اور یہی صحیح بھی معلوم ہوتا ہے"۔ [8]

صاحب فتاوی نوریہ کا موقف :

"چلتی ریل گاڑی چلتی، کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں بلکہ ہوا اور بھاپ کے ذریعے سے چلتی ہیں اور کشتی باوجود اس بات کے کہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی جس پر بلا واسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں فرض نماز جائز ہے۔ جہاز میں نماز کے جواز پر اپنی عالمانہ فقیہانہ رائے یوں ظاہر کرتے ہیں :

"بحری جہاز تو سفینہ ہی ہے اور رہا ہوائی جہاز تو اس میں بھی جائز ہی ہے کہ کشتی کی طرح بمنزلۃ الارض اور کالبیت ہے اور زمین اور اس کے درمیان پانی کی طرح ایک ایسا عنصر ہے جو خود تو قیام وغیرہ کے قابل نہیں مگر جو اس پر اڑ رہا ہے وہ قابل ہے۔ [9]

7۔ سید امیر علی (مترجم)، فتاوی عالمگیری، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور، کتاب الصلوٰۃ، ج1، ص382۔

8۔ تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاوی، مکتبہ دار العلوم کراچی، 2006ء، ج1، ص379۔

9۔ فتاوی نوریہ، ج1، ص207۔

آپ کے اس موقف کو علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی اپنایا،اور اپنی شرح میں باعث فخر سمجھتے ہوئے اسے شرح صحیح مسلم شریف میں درج بھی کیااور فتاوی نوریہ کی تقریظ کے ذیل میں اعتراف کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

"میں لوگوں کو ٹرین میں نماز پڑھتے دیکھتا،اور اس بات پر کڑھتا کہ چلتی ٹرین میں نماز نہیں پڑھ سکتا اور یہ دنیادار اور داڑھی منڈے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے فرض کو بجالا رہے ہیں تاآنکہ میں نے اپنی پہلی بار میں نے پہلی بار فتاوی نوریہ میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث پڑی اور بے اختیار حضرت فقیہ اعظم کے لیے دل سے دعائیں نکلی۔میں نے اطمینان کا سانس لیااور شرح صدر کے ساتھ چلتی ٹرین میں نمازیں پڑھی اور فرض عین کو قصداترک کرنے کے گناہ اور وبال سے بچا۔"[10]

حالت نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال:

عام طور پر فقیہ اعظم کے معاصرین مفتیان عظام کا یہی نظریہ یہی ہے کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال بحالت نماز جائز نہیں ہے۔اور اس کے متعدد مفاسد ذکر کیے گئے ہیں جو کہ فی الحقیقت مفاسد ہیں ہی نہیں بلکہ محض بدعت سمجھتے ہوئے اور کسی نے تقلید کی روش اختیار کرتے ہوئے اس کی حرمت و ممانعت کے فتاوی جات جاری کیے مثلاً: فتاوی مظہری میں ہے:"بے شک محض لاؤڈ سپیکر کی آواز پر جو لوگ ارکان نماز ادا کریں گے،ان کی نماز نہ ہوگی اس لیے کہ اس آلہ کے تصادم سے جو آواز پیدا ہو کر پھیلتی ہے،وہ اس آلہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے جیسے کسی کی آواز کا جب گنبد سے تصادم ہوتا ہے تو وہ بولنے والے کی غیر ہوتی ہے یوں ہی اس آلہ کی آواز بھی غیر امام کی آواز ہوئی۔اور اس کی بھی تشریح فرماتے ہیں کہ امام کا غیر مقتدی کے قول پر اور مقتدی کا غیر امام کے قول پر عمل کرنا مفسد صلاۃ ہے۔"[11]

اسی طرح اسی مسئلہ کے بارے میں مفتی محمد شفیع نے ایک رسالہ "آلہ مکبر صوت کے شرعی احکام" کے نام سے لکھااور یہ رسالہ انہی کے مقالات "آلات جدیدہ کے شرعی احکام" مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی کے پانچویں ایڈیشن میں شائع ہوا جس میں مفتی صاحب کا موقف ان الفاظ میں درج ہے :

"نماز میں آلہ مکبر صوت کے استعمال میں بہت سے مفاسد ہیں اس لیے اس سے اجتناب کیا جائے اور سنت کے سیدھے سادے طریقے پر آواز کو دور تک پہنچانے کے لیے مکبرین کا انتظام کیا جائے۔[12]

---

[10] ۔سعیدی،غلام رسول،تقریظ فتاوی نوریہ،ج1،ص61۔

[11] ۔دہلوی،محمد مظہر اللہ شاہ،فتاوی مظہریہ (مرتب) پروفیسر مسعود احمد،ادارہ مسعودیہ 6/2،6ای ناظم آباد کراچی،1999ء،ج1،ص123۔

[12] ۔محمد شفیع،مفتی،آلات جدیدہ کے شرعی احکام،مطبوعہ ادارۃ المعارف،کراچی،ص23۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

فتاوی اجملیہ: امام اور مقتدی کے درمیان تکبیرات وغیرہ کی آواز پہچانے کے لیے لاؤڈ سپیکر ایک واسطہ ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اُن کا غیر ہے ان کی نماز میں شریک نہیں تو مقتدی کی نماز کی بناء ایسی چیز پر لازم ہے جو اس کا غیر ہے اور خود نمازی نہیں۔ لہذا مقتدی نے غیر کے قول پر عمل کیا جو مفسد صلاۃ ہے تو لاؤڈ سپیکر کی آواز پر جو لوگ اقتداء میں ارکان نماز ادا کریں گے ان کی نماز نہ ہو گی۔[13]

فتاوی بحر العلوم:

" ہندوستان میں علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت لاؤڈ سپیکر پر اقتداء کو ناجائز کہتی ہے اور تھوڑی سی تعداد میں علماء اس کو جائز کہنے والے ہیں ہم بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر اقتداء نہ کی جائے۔"[14]

فقیہ اعظم کا موقف:

فقیہ اعظم نے تمام مذکور مفاسد کارد پیش کرنے کے بعد کتب فقہاء کے ذخیرہ سے استشہاد کرتے ہوئے نہ صرف مسئلہ کو ثابت کیا بلکہ لاؤڈ سپیکر کے فوائد بھی ذکر کیے۔ تو یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہوگئی کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال بحالت نماز جائز بلکہ مستحسن اور روا ہے۔ اور اس سے قبلہ فقیہ اعظم کا مقام و مرتبہ بھی عیاں ہو گیا اور آج الحمدللہ اکثر علماء اسی فتوی پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: کہ اس کا نام (مبلغ یا مکبر الصوت) ہی واضح کرتا ہے کہ اس سے دوسروں کو انتقالات امام کی اطلاع دینا ہی مقصود ہے۔ اس لیے غیر نہ ہوا۔ دوسرا مفسدہ یہ بتایا کہ بسا اوقات آلہ فیل ہو جاتا ہے تو اس وجہ سے اگر یہ آلہ مطلقا محل اعتراض و قابل احتراز ہے تو بسا اوقات مبلغین و مکبرین بھی مفسد حرکات کا ارتکاب کر جاتے ہیں۔ تیسرا مفسدہ یہ بتایا کہ کہ نماز میں خشوع و خضوع فوت ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یوں دیا کہ امام کا یہ خیال اپنے مقتدیوں کی اصلاح نماز کے لیے ہو تو خشوع و خضوع کیوں فوت ہو گا؟ کیا حضور پر نور ﷺ عین نماز میں صحابہ کی نگرانی نہیں کیا کرتے تھے۔ لہذا یہ مسنون و مطلوب ہوا نہ کہ مخالف خشوع۔ مزید لکھتے ہیں: بفضلہ و کرمہ تعالیٰ امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ مفتیان سائل کے بیان کردہ مفاسد مل کر بھی مطلقا ناروا نہیں بنا سکتے کہ اکثر مفاسد تو ہیں ہی نہیں اور جو ہیں بھی تو محض جزوی ہیں۔ ان سے عدم جواز کا حکم کلی قطعا ثابت نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ اعادہ نماز کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی استعمال سپیکر ناروا ہے۔ بلکہ جائز اور روا و درست ہے اور نیت صالحہ تعاون علی البر سے دوسرے مباحوں کی طرح مستحسن و طاعت بن جاتا ہے۔[15]

اسی مسئلہ کے بارے میں علامہ غلام رسول سعیدی سے کہتے ہیں: لوگ اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف تو کرتے ہیں لیکن رسالہ مکبر الصوت کے دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں، اب تک بیس سال گزر گئے اور مانعین میں سے کوئی تا حال اس رسالے کے دلائل کا جواب نہیں لکھ سکا۔[16]

---

[13] - محمد اجمل، مفتی، فتاوی اجملیہ، شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور، کتاب الصلوٰۃ، ج2، ص172۔

[14] - اعظمی، عبد المنان، فتاوی بحر العلوم، شبیر برادرز، اردو بازار لاہور، 2010، ج1، ص434۔

[15] - فتاوی نوریہ، ج1، ص365۔

[16] - سعیدی، غلام رسول، تقریظ بر رسالہ مکبر الصوت (فقیہ اعظم)، محررہ 26، ذی الحج 1410ھ۔

اسی طرح وفاقی شرعی عدالت کے جج مفتی سید شجاعت علی قادری لاؤڈ سپیکر کے حوالے سے آپ کی تحقیق کو یوں سراہتے ہیں: لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ پر فقیہ اعظم کا فتوی آپ کی فقاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور فقیر کی نگاہ سے جتنے بھی فتاوی اس موضوع پر گزرے ہیں ان سب میں یہ مدلل ہے۔[17]

رمضان المبارک میں فرض عشاء تنہا پڑھنے والا وتر باجماعت ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ پر علماء کا شدید اختلاف تھا فتاوی رضویہ میں ہے: جس شخص نے نماز عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا نہ پڑھے۔ ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ یہ بھی فتاوی رضویہ میں ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے پڑھے مگر تراویح نہ پڑھے تو وہ وتر بھی نہ پڑھے۔[18]

امداد الفتاوی میں ہے: "اس سے معلوم ہوا کہ قواعد سے اسی کو ترجیح ہے کہ اس صورت میں یہ جماعت وتر بھی اکیلا اکیلا پڑھیں۔"[19]

فتاوی نوریہ میں ہے : ہاں شامل ہو جائے قرآن کریم میں ہے "وارکعو مع الراکعین" تو اس حکم سے ہر جماعت مشروعہ میں شامل ہونا صراحتا ثابت ہے جبکہ جماعت وتر بھی یقینا اجماعا ماہ رمضان المبارک میں مشروع ہے۔[20]

چنانچہ آپ نے ایسے شخص کو وتر باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وتر کی جماعت تو تراویح کی جماعت کے تابع ہے اس لیے وتر باجماعت پڑھنا زیادہ افضل ہے کیونکہ ایک تو وہ پہلے ہی فرض نماز کی جماعت سے محروم ہو گیا ہے۔ اور اب وہ دوسری جماعت جان بوجھ کر کیوں چھوڑے۔ لہذا آپ کا موقف زیادہ قرین قیاس لائق عمل اور فضیلت کا حامل بھی ہے۔ جبکہ دیگر علمائے کرام نے اس کے برعکس موقف اختیار کیا ہے حالانکہ ان کے پاس آپ کے دلائل کا کوئی جواب بھی نہیں ہے۔

چین والی گھڑی کیساتھ نماز کی ادائیگی کا حکم شرعی:

چین والی گھڑی کے حوالے سے تقریبا تمام علمائے کرام اور مفتیان عظام کے نظریات بہت مختلف تھے اس وجہ سے کہ وہ لوہے کے چین کو سونے اور چاندی پر محمول کرتے ہوئے اس کے حرمت کا قول کرتے ہیں جیسا کہ فتاوی بحر العلوم میں ہے:

"گھڑی میں کسی دھات کی چین لگی ہو تو اس کو بند کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور ظاہر یہی ہے کہ کراہت تحریمی ہے۔"[21]

---

[17]۔ سید شجاعت علی قادری، مکتوب بنام فقیہ اعظم، محررہ 6 مئی 1983ء۔

[18]۔ بریلوی، احمد رضا خان، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ اندرون بھاٹی گیٹ، لاہور، پاکستان 2003ء، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، ج 7، ص 555۔

[19]۔ تھانوی، اشرف علی، امداد الفتاوی، مکتبہ دار العلوم کراچی، 2011ء، ج 1، ص 389۔

[20]۔ فتاوی نوریہ، ج 1، ص 564۔

[21]۔ فتاوی بحر العلوم، کتاب الصلوۃ، ج 1، ص 443۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

"صاحب فتاوی نوریہ سے جب نماز کی حالت میں چین والی گھڑی کے بارے میں سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا سونے اور چاندی کے علاوہ تمام دھاتوں کا چین، زنجیریں، چمچ وغیرہ استعمال جائز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دھات کے چین زیور اور زینت کا سامان ہے لہذا ناجائز ہے۔ حالانکہ یہ کہنا بھی ظلم ہے۔ چین ہو یا گھڑی، عینک ہو چھڑی ہو یا چکن جن میں زیب وزینت پایا جاتا ہے، سب جائز الاستعمال ہیں۔ آپ نے مزید لکھا کہ اگر دھاتوں کا پہننا حرام ہوتا تو ان کی سب استعمال چیزیں جو پہنی نہیں جاتی حرام ہوتیں، جیسے لاری، گاڑی، کرسی، صوفے، حقے، چمٹے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں۔ لہذا آپ نے تحقیق سے ثابت کیا کہ سونے کے زیورات اور زیب وزینت کی چیزوں کے علاوہ چاندی اور دیگر دھاتوں کا استعمال مرد کے لیے جائز ہے اسی طرح گھڑی وغیرہ کا چین بھی محل منع نہیں ہے۔ لہذا اس کے حرام ہونے پر نہ کوئی صریح آیت وحدیث ہے اور نہ ہی کوئی متفقہ رائے ہے کہ اسے حرام قرار دیا جائے۔"[22]

انتقال خون کا مسئلہ:

انتقال خون کے حوالے سے فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے زمانہ میں بہت سے فتاوی آراء تھیں. اکثر علماء کرام اس کے ناجائز ہونے کا فتوی دیتے تھے جیسے وقار الفتاوی میں ہے: خون کی حرمت ونجاست قطعی ہے قرآن پاک نے اسے ناپاک قرار دیا ہے اس لیے اس کی خرید وفروخت اور اس کا استعمال سب ناجائز ہے، لہذا مریض زندہ رہے یا ہلاک ہو جائے دونوں صورتوں میں ایسا کرنے والے گنہگار ہوں گے۔[23]

فتاوی نوریہ میں ہے :ایسی ضرورت شدیدہ کے وقت صاف صاف اجازت ہے رہا یہ شبہ کہ انسانی خون کے استعمال میں انسان کی اہانت یعنی بے ادبی ہے تو یہ شبہ قرآن کریم کی چار آیتوں کی اجازت اور فقہائے کرام کی تصریحات کے سامنے محض بے جا ہے پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو انسانیت کی بھی جان ہے۔ ان کا خون مبارک جو پچھنے والی سینگی لگانے کے وقت خارج ہوا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابو طیبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے بطور تبرک نوش کیا۔ اور آپ نے منع نہ فرمایا اور جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک بطور تبرک نوش کرنا جائز اور بے ادبی نہ بنا۔ حالانکہ ان کی عزت سے بڑھ کر کسی کی عزت نہیں، تو مومن کی جان بچانے کے لیے عام انسان کا خون استعمال کرنا کیوں کر بے ادبی بن سکتا ہے۔ بلکہ اس میں انسانیت کی عزت ہے کہ غازی کی زندگی کی حفاظت بھی ہے۔"[24]

پس معلوم ہوا کہ ایسی ضرورت کے وقت انسانی خون کا استعمال جائز ہے۔ اور جب استعمال جائز ہے، تو خون کے عطیات پیش کرنے بھی جائز ہوں گے، کیونکہ پاک وہند کی جنگ یقیناً اسلام اور کفر کی جنگ تھی اور شرعی جہاد اور بہت بڑی نیکی ہے اور خونی عطیات اس جہاد میں خصوصی تعاون ہیں، نیز حدیث پاک میں بھی ہے کہ "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے مکان کی طرح ہے کہ مکان کا بعض حصہ دوسرے بعض کو مضبوط کرتا ہے "اس لیے خون دینا بھی اپنے بھائی کو مضبوط کرنا ہے اس حدیث کے لحاظ سے بھی جائز ہوا۔ پھر جب آدمی اپنی جسمانی مرض وغیرہ ضرورت کے لیے فصد وغیرہ کے

---

[22]۔ فتاوی نوریہ، ج1، ص519۔

[23]۔ وقار الدین، مفتی، وقار الفتاوی، مطبوعہ کراچی، ج1، ص266۔

[24]۔ فتاوی نوریہ، ج3، ص568۔

ذریعے خون نکال سکتا ہے تو روحانی وایمانی، ملی اور ملک کی ضرورت کے پیش نظر کیوں نہیں نکال سکتا، تو واضح ہوا کہ عطیات خون کا پیش کرنا بھی جائز ہے۔آج سے کئی سال قبل آپ نے اس کے جواز کا فتوی دیا تھا، جو عملا معاشرے میں ہمیں دکھائی دیتا ہے، آج کے دور میں اکثر آپریشنز میں خون لگانے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔خاص طور پر ڈلیوری کے کیسیز اور دیگر امراض میں مریض کو خون کی شدید ضرورت پڑتی ہے، گردوں کے ڈائیلسز کے لیے خون انتہائی ضروری ہوتا ہے، جس سے اکثر مریضوں کی جان بچ جاتی ہے اور آج تمام علماء کے نزدیک اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تجاویز وسفارشات:

1. **فتاویٰ نوریہ کا عصرِ حاضر کے مسائل پر اطلاق:**

موجودہ دور کے مسائل جیسے کہ معیشت، ٹیکنالوجی، اور سماجی چیلنجز کے حل کے لیے *فتاویٰ نوریہ* کے اصولوں کو استعمال کیا جائے۔ان مسائل پر اجتہادی تحقیق کر کے اس ذخیرہ علم کو مزید مفید بنایا جاسکتا ہے۔

2. **علمی حلقوں میں ترویج:**

اسلامی جامعات، تحقیقی اداروں، اور مدارس میں *فتاویٰ نوریہ* کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ جدید فقہی مسائل کے حل کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔

3. **فتاویٰ نوریہ کا جدید زبانوں میں ترجمہ:**

فتاویٰ نوریہ کو انگریزی، عربی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کر کے عالمی سطح پر اس کے دائرہ اثر کو بڑھایا جائے تاکہ غیر اردو دان طبقے بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔

4. **ڈیجیٹل پبلیشنگ اور آن لائن دسترس:**

فتاویٰ نوریہ کو ڈیجیٹل فارمیٹ میں شائع کیا جائے اور ایک آن لائن پورٹل کے ذریعے عالمی سطح پر محققین کو اس تک رسائی دی جائے۔

5. **معاصر تحقیقی سیمینارز اور کانفرنسز:**

فتاویٰ نوریہ پر جدید تحقیقی سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے تاکہ موجودہ اور مستقبل کے مسائل پر اس کی افادیت کا جائزہ لیا جاسکے۔

6. **علمائے امت کے درمیان مکالمہ:**

مختلف مکاتبِ فکر کے علمائے کرام کے درمیان مکالمہ کا اہتمام کیا جائے تاکہ *فتاویٰ نوریہ* کی روشنی میں اجتہاد اور فقہ کے میدان میں اتفاق رائے پیدا کیا جاسکے۔

7. **جدید مسائل کے لیے تحقیقی کمیٹیاں:**

جدید مسائل کے حل کے لیے ایک تحقیقی کمیٹی تشکیل دی جائے جو *فتاویٰ نوریہ* کے اصولوں کی روشنی میں مسائل کا شرعی حل پیش کرے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

8. **فتاویٰ نوریہ کے اصول اجتہاد کی ترویج:**

فتاویٰ نوریہ میں پیش کردہ اصولِ اجتہاد اور استنباط کو علمی دنیا میں روشناس کروایا جائے تاکہ انہیں موجودہ دور کے مسائل کے حل کے لیے اپنایا جا سکے۔

9. **میدانِ قانون میں استفادہ:**

اسلامی قوانین کے ماہرین اور وکلا کو فتاویٰ نوریہ کے فکری ذخیرے سے روشناس کروایا جائے تاکہ شرعی عدالتوں میں اس کے دلائل سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

10. **تحقیقی مراکز کا قیام:**

ایک ایسا تحقیقی مرکز قائم کیا جائے جو خاص طور پر فتاویٰ نوریہ پر تحقیق کرے اور اس سے متعلق علمی کاموں کو منظم طریقے سے آگے بڑھائے۔

یہ سفارشات فتاویٰ نوریہ کی عصری افادیت کو مزید مؤثر بنانے اور اسلامی دنیا کے علمی ورثے کو جدید مسائل کے حل کے لیے بروئے کار لانے میں مددگار ثابت ہوں گی۔

خلاصہ بحث:

موجودہ صدی میں سینکڑوں ایسے مسائل ہیں جن کا واضح اور براہ راست حل اسلاف کی کتب سے نہیں ملتا مثلاً ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز کا حکم، چین والی گھڑی کا حکم، لاؤڈ اسپیکر کا حالت نماز میں استعمال، انتقال خون، رؤیت ہلال کا ریڈیو وغیرہ پر اعلان کی شرعی حیثیت، الکوحل والی ادویات کا استعمال وغیرہ ایسے بیسیوں نو پید مسائل تھے جو اپنے زمانے کے لحاظ سے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ صاحب فتاوی نوریہ نے تمام جدید مسائل کو تفکر و تدبر اور علمی و فقہی بصیرت سے ایسے احسن انداز میں حل فرمایا کہ آپ کے معاصر فقہاء اور مفتیان حتیٰ کہ آپ کے اساتذہ نے بھی آپ کو "فقیہ اعظم" کے لقب سے نواز ۔ اگرچہ آپ کے زمانہ میں مسائل و مشکلات کی کثرت تھی اور جید علمائے کرام کی بھی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی لیکن نو پیش آمدہ مسائل میں کسی نے بھی اس قدر جانفشانی سے حل کی کوشش نہیں کی جس قدر آپ نے کی۔ واقعتاً آپ نے استدلال و استنباط کے ذریعے نو پید و نو پیش آمدہ مختلف فیہ مسائل کے اس قدر تسلی بخش جوابات دیئے، جن کا جواب وردتا حال پیش نہیں کیا جا سکا۔ فتاویٰ نوریہ' کو نہ صرف جدید طرز تحقیق اور اسلوب کا مرقع پایا گیا، بلکہ اس میں محقق کے بنیادی اوصاف اور اعلیٰ صفات کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس فتاویٰ میں کسی ایک مقام پر بھی جانبداری اور تعصب کا شائبہ تک نظر نہیں آتا بلکہ آپ کے ہر فتویٰ میں حقیقت تک رسائی اور حق گوئی ہی آپ کا طرہ امتیاز رہا۔ مفتی نور اللہ نعیمی کے زمانے اور حالت کے پیش نظر آپ کا عظیم فقہی سرمایہ نہ صرف عصر حاضر کے جدید مسائل و تقاضوں کو پورا کرتا نظر آتا ہے بلکہ مستقبل میں متوقع پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی اپنے اوراق میں سموئے ہوئے ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کتابیات

* نوری، محب اللہ (مرتب)، *فتاویٰ نوریہ* (بصیرپور شریف: دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، 2009)۔
* نعیمی، محمد نور اللہ، *فتاویٰ نوریہ* (بصیرپور شریف: دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، 2009)۔
* "مکتوب محررہ 18 اکتوبر 1979ء، بنام مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری" *فتاویٰ نوریہ*۔
* "فقیہ اعظم نمبر" *ماہنامہ نور الحبیب*، جنوری-فروری 1992۔
* "روزنامہ مشرق لاہور"، 18 اپریل 1983ء۔
* "ترجمان اویس"، رمضان المبارک 1403ھ۔
* امیر علی، سید، *فتاویٰ عالمگیری*، مترجم (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2009)۔
* تھانوی، اشرف علی، *امداد الفتاویٰ* (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 2006)۔
* سعیدی، غلام رسول، *تقریظ بر فتاویٰ نوریہ*۔
* دہلوی، محمد مظہر اللہ شاہ، *فتاویٰ مظہریہ* (کراچی: ادارہ مسعودیہ، 1999)۔